



سوال

بعد الصلوة ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور منہ پر ہاتھ پھیرنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد الصلوة ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے اور دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں منہ پر ہاتھ پھیرنے والی روایت میں اہل علم کے دو قول ہیں: (۱) ضعیف - (۲) حسن لغیرہ ہے۔ اس بارہ میں محترم دوست مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک مضمون ہفت روزہ جریدہ الاعتصام جلد ۲۸ شمارہ ۶ میں شائع ہوا تھا تحقیق کی خاطر اس کا مطالعہ فرمالیں۔

کیا دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا بدعت ہے؟

الاعتصام کے شمارہ نمبر ۲۱ جلد ۲۷ - ۳۷ جمادی الثانیہ بمطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب کا ایک مضمون ”دعا کرنے کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا“ کے عنوان سے شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے اس موضوع سے متعلق دو احادیث پر تنقید کی ہے۔ ایک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جو ابن ماجہ اور ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے اور دوسری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جو جامع ترمذی وغیرہ میں منقول ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

«اخرجه الترمذی وله شواہد منها عند ابی داود من حدیث ابن عباس وغیرہ ومجموعہا یقتضی بانه حدیث حسن»

کہ اسے ترمذی نے نکالا ہے اور اس کے اور شواہد ہیں۔ ان میں سے ایک ابوداؤد کے ہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے اور ان شواہد کا مجموعہ اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث حسن ہے مولانا جاوید اقبال صاحب فرماتے ہیں کہ اس باب کی تمام احادیث حسن لغیرہ تک بھی نہیں پہنچیں۔ اس لیے یہ شواہد بننے کے قابل نہیں۔ نیز لکھتے ہیں کہ ”اس طرح کی حدیث ابوداؤد میں سائب بن یزید سے آتی ہے وہ بھی ضعیف ہے“ یہی نہیں بلکہ انہوں نے علامہ عز بن عبدالسلام سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”دعا کے بعد منہ پر ہاتھ جاہل ہی پھیرتا ہے۔“

انہوں نے اپنی اس تحقیق کا تمام تر مدار علامہ البانی حفظہ اللہ کی تحقیق پر رکھا ہے چنانچہ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ج ۲ ص ۱۴۶ میں یہ بحث دیکھی جاسکتی ہے۔ اسی طرح علامہ البانی نے ان احادیث کو ضعیف الترمذی، ضعیف ابی داود، ضعیف ابن ماجہ میں ذکر کیا ہے۔ جن کا حوالہ خود مولانا جاوید صاحب نے بھی دیا ہے۔

ان کی معلومات میں اضافہ کے لیے عرض ہے کہ علامہ البانی نے ارواء الغلیل ج ۲ ص ۸، اسے ص ۸۲ تک میں انہی روایات پر تفصیلاً نقد کیا ہے۔ نیز ابوداؤد میں ”سائب بن یزید“ سے نہیں بلکہ سائب بن یزید عن ابیہ یعنی یزید بن سعید الکندی سے روایت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں جامع ترمذی کے نسخے امام ترمذی کا کلام نقل کرنے میں مختلف ہیں۔ علامہ البانی حفظہ اللہ نے الارواء میں ”حدیث صحیح غریب“ اسی طرح علامہ قرطبی نے تفسیر ج ۴ ص ۲۲۵ اور حافظ عبدالحق نے بھی ان کا قول ”صحیح غریب“ نقل کیا ہے۔ بعض میں ”حسن صحیح غریب“ ہے۔ اور اکثر و بیشتر نسخوں میں صرف ”غریب“ ہے۔ (1) اس کی سند میں حماد بن عیسیٰ الجہنی ضعیف ہے۔ متروک یا کذاب نہیں۔ البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں صالح بن حسان متروک ہے جیسا کہ تقریب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ مگر اس کا متابع ”عیسیٰ بن میمون“ ہے۔ جیسا کہ امام محمد بن نصر نے قیام اللیل ص ۲۳۶ میں ذکر کیا ہے اور علامہ البانی نے بھی ”الارواء“ میں اسے نقل کیا ہے مگر وہ بھی ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب ص ۳۱۱ میں کہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ایک اور سند سے سنن ابی داؤد میں مروی ہے جسے امام ابوداؤد نے عبد اللہ بن یعقوب عن من حدثنہ عن محمد بن کعب سے روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں عبد الملک بن محمد بن امین مجہول ہے۔ (تہذیب، ج 6 ص 419 تقریب ص 334) اور عبد اللہ بن یعقوب کے استاد کا نام ہی نہیں کہ وہ کون ہے؟ علامہ البانی نے سلسلۃ الصحیحہ، ج ۲ ص ۱۴۶ میں کہا ہے کہ:

«علتہ الرجل الذی لم یسم وقد ساء ابن ماجہ وغیرہ صالح بن حسان کما بینتہ فی تعلیقتی علی مشکوٰۃ ۲۲۳ و ہو ضعیف جدا»

”اس کی علت یہ ہے کہ راوی کا نام نہیں لیا گیا۔ ابن ماجہ وغیرہ نے اس کا نام صالح بن حسان لیا ہے۔ جیسا کہ میں نے مشکوٰۃ کی تعلیقات میں حدیث نمبر ۲۲۳ میں بیان کیا ہے، اور وہ سخت ضعیف ہے۔“

مگر حیرت کی بات ہے کہ علامہ البانی نے مشکوٰۃ کی اس محولہ روایت کے بارے میں کچھ بھی نہیں کیا۔ البتہ حدیث نمبر ۲۲۵ کے تحت ”سائب بن یزید عن ابیہ“ کی جو روایت ہے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ابوداؤد میں ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ اور ارواء الغلیل میں لکھتے ہیں:

«ہذا سند ضعیف عبد الملک ہذا ضعف ابوداؤد وہی شیخ عبد اللہ بن یعقوب الذی لم یسم فہو مجہول و یحتمل ان یحکون ہوا بن حسان... او ابن میمون» الخ (الارواء: ج 2 ص 180)

یہ سند ضعیف ہے عبد الملک کو ابوداؤد نے ضعیف کہا ہے اور عبد اللہ بن یعقوب کے استاد کا نام نہیں لیا گیا پس وہ مجہول ہے۔ احتمال ہے کہ وہ صالح بن حسان ہے یا عیسیٰ بن میمون ہے۔ غور فرمائیے یہاں انہوں نے دونوں کا احتمال ظاہر کیا ہے۔ سلسلۃ الصحیحہ جیسا وثوق یہاں نہیں۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ مراد ابوالمقدام ہشام بن زیاد ہو۔ کیونکہ سلوا بطون الکفم الخ کے علاوہ باقی الفاظ یعقوب نے اسی کے واسطے سے بیان کیے ہیں۔ جیسا کہ علامہ المزنی نے (تہذیب الکمال ج 22 ص 258، 257) میں کہا ہے۔ بہر حال یہ مبہم راوی صالح بن حسان ہو یا عیسیٰ بن میمون یا ابوالمقدام، ضعیف ہے، بلکہ صالح اور ابوالمقدام متروک ہیں۔ لیکن عبد الملک کے بارے میں علامہ البانی کا کہنا ”ضعف ابوداؤد“ (امام ابوداؤد نے اسے ضعیف کہا ہے) قطعاً درست نہیں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے تو فرمایا ہے ”وہذا طریق امثلہا و ہو ضعیف“ کہ محمد بن کعب سے اس روایت کے جتنے طرق مروی ہیں وہ سب کمزور ہیں۔ اور یہ طریق سب سے امثل ہے حالانکہ وہ بھی ضعیف ہے۔ امام ابن قطان رحمہ اللہ نے اسے مجہول کہا ہے۔ تہذیب ج ۶ ص ۴۱۹ اور تقریب میں بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے مجہول ہی قرار دیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ایک اور سند سے مستدرک حاکم، ج ۴ ص ۲۴۰ میں مذکور ہے مگر محمد بن معاویہ اس کا راوی متروک ہے۔ امام دارقطنی وغیرہ نے کذاب کہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت مختلف طرق سے مروی ہے اور وہ سب ضعیف ہیں۔ مگر ان میں دو کا ضعف شدید ہے کہ ان کے راوی متروک ہیں اور دو کا ضعف بوجہ مجہول اور ضعیف راوی کے ہے۔



تیسری حدیث: یہی روایت حضرت یزید رضی اللہ عنہ بن سعید بھی بیان کرتے ہیں۔ جیسے امام ابوداؤد، ج ۱ ص ۵۵۴۔ اور امام محمد بن خلف الوکیع نے اخبار القضاہ ج ۱ ص ۱۰۷ میں ذکر کیا ہے مگر یہ سند بھی ضعیف ہے کیونکہ ابن لہیعہ ضعیف اور اس کا استاد حفص بن ہاشم مجہول ہے۔

یہ ہیں وہ شواہد و متابعات جن کی بناء پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مجموعی طور پر اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ مگر ہمارے مولانا جاوید صاحب علامہ البانی کی اتباع میں ان سے متفق نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس پر حسن حدیث کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں۔ یہ بات تو کسی صاحب علم پر مخفی نہیں کہ حسن لغیرہ کی تعریف میں یہی کہا گیا ہے کہ اس کے راوی مہتمم بالکذب نہ ہوں۔ وہ روایت شاذ نہ ہو اور اگر ضعف راوی کے مجہول ہونے یا ضعیف ہونے کی بناء پر ہو اور وہ متعدد اسانید سے مروی ہو یا اس کے اسی درجہ کے شواہد ہوں تو وہ روایت حسن لغیرہ ہوگی۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی حسن کی تعریف میں انہی شرائط کا ذکر کیا ہے۔ بنا بریں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دو سندوں سے مروی حدیث اور حضرت یزید رضی اللہ عنہ بن سعید کی حدیث جو بوجہ ضعف راوی فرداً فرداً ضعیف ہیں مگر ان کے راوی کذاب اور متروک نہیں، نہ ہی وہ شاذ ہیں تو ان کے مجموعہ کو حسن نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا عمل

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ اخْبَرَنِي اَبِي عَنِ اَبِي نَعِيْمٍ وَهُوَ هَبْ قَالَ رَأَيْتُ اِبْنَ عُمَرَ وَابْنَ الزَّبَيْرِ يَدْعُوَانِ اَبِي رَافِعٍ اَبِي الرَّاحَتَيْنِ عَلِيَّ الْوَجْهَ» (الادب المفرد ص 159 حدیث 609)

کہ وہب بن کیسان فرماتے ہیں، میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ دعاء کرتے اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے منہ پر ملتے تھے۔ یہ اثر سنداً حسن ہے بلکہ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے ”الامالی“ میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور اس کے سب راوی صحیح بخاری کے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا عمل

امام محمد بن نصر مروزی معتمر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو کعب عبد ربہ بن عبید الازدی صاحب التحریر کو دیکھا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے جب دعاء سے فارغ ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو منہ پر ملتے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ نے ایسا کرتے ہوئے کسے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: حسن بصری رحمہ اللہ اسی طرح کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص 236) امام احمد رحمہ اللہ نے بھی حضرت حسن رحمہ اللہ بصری کے اسی اثر کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ جب ان سے قنوت و ترمیم منہ پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

«الْحَسَنُ يَرَوِي عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يُمَسِّحُ بِهَا وَجْهَهُ فِي دُعَاةٍ اِذَا دَعَا» (مسائل الامام احمد روایت ابن عبد ا، ج ۲ ص ۳۰۰) کہ «حسن بصری رحمہ اللہ» سے اس کے بارے میں مروی ہے کہ وہ جب دعا کرتے، ہاتھوں کو منہ پر پھیرتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الامالی میں حضرت یزید بن سعید رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔

«لَكِنَّ لِلْحَدِيثِ شَاهِدَ الْمَوْصُولِينَ (كَذَانِي الْاَصْل) وَالْمُرْسَلِ وَمَجْمُوعِ ذَلِكَ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ لِلْحَدِيثِ اَصْلًا وَيُؤَيِّدُهُ اَيْضًا مَا جَاءَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ وَفِيهِ رُوِيَ عَنْ اَبِي رَافِعٍ اَبِي الرَّاحَتَيْنِ اَنَّهُ كَانَ يُمَسِّحُ بِهَا وَجْهَهُ فِي دُعَاةٍ اِذَا دَعَا» (الانتهى لمخلص)

لیکن اس حدیث کے دو موصول اور ایک مرسل شاہد ہیں۔ اور ان کا مجموعہ اس پر دال ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حسن بصری سے یہ

عمل منقول ہے اور اس سے اس شخص کی تردید ہوتی ہے جو کہتا ہے کہ یہ عمل بدعت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ”الادب المفرد“ میں وہب بن کیسان سے نقل کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ دعاء کرتے اور اپنے ہاتھوں کو منہ پر ملتے تھے یہ موقوف صحیح ہے اور اس سے اس کی سخت تردید ہوتی ہے۔ جو اسے مکروہ سمجھتا ہے۔

مرسل حدیث

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”الامالی“ میں جس مرسل روایت کا اشارہ کیا ہے غالباً اس سے مراد امام زہری رحمہ اللہ کی مرسل روایت ہے جسے امام عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

«کان رسول ا یرفع یدیه بحذاء صدره اذا دعاه ثم یمسح بهما وجهه» مصنف عبدالرزاق، ج 3 ص 123

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو سینے کے برابر ہاتھ اٹھاتے پھر ان کو منہ پر ملتے۔ یہ روایت گو مرسل ہے مگر دیگر روایات اس کی مؤید ہیں۔ جیسا کہ پہلے تفصیل گزر چکی ہے بلکہ امام عبدالرزاق نے یہ روایت معمر رحمہ اللہ کے واسطے سے نقل کی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ ”رأیت معمر یمسح بهما وجهه“ (میں نے معمر کو دیکھا وہ اسی طرح دعا کے آخر میں منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے) امام زہریؒ کی اس مرسل پر راوی کا یہ عمل اس کا مزید مؤید ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ کا شمار عظیم فقہائے محدثین میں ہوتا ہے۔ وہ بھی اس کے قائل تھے۔ چنانچہ امام محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”رأیت اسحاق یمسح بهما وجهه بعد الاحادیث“ قیام اللیل ص 232

کہ میں نے دیکھا امام اسحاق رحمہ اللہ ان روایات پر عمل مستحسن سمجھتے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ بن حنبل سے بھی اسی بارے میں دو قول منقول ہیں۔ ایک تو یہ کہ دعائے وتر کے بعد منہ پر ہاتھ نہ پھیرے جائیں جیسا کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور دوسرا یہ کہ منہ پر ہاتھ پھیرنا مستحب ہے جیسا کہ علامہ ابن قدامہ نے المغنی ج 1 ص ۸۶، اور علامہ شمس الدین ابن قدامہ نے الشرح الکبیر ج 1 ص ۲۳ میں ذکر کیا ہے۔ نیز دیکھیں قلع (ج 1 ص ۱۸۵) جبکہ علامہ المروزی نے کہا ہے منہ پر ہاتھ پھیرے جائیں۔ ”وہو المذہب فعلہ الامام احمد“ (یہی مذہب ہے امام احمد رحمہ اللہ نے ایسا کیا ہے) صاحب مجمع البحرین نے کہا ہے کہ یہی روایت زیادہ قوی ہے۔ الکافی میں ہے کہ یہ اولیٰ ہے لـ (الانصاف، ج 3 ص 173)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ منہ پر ہاتھ پھیرنے چاہیں تو انہوں نے فرمایا:

«ارجو ان لا یكون به بأس وکان الحسن اذا مسح وجهه وقال سئل ابی عن رفع الایدی فی القنوت یمسح بهما وجهه قال لا بأس به یمسح بهما وجهه قال عبدا ولم أرا بی یمسح بهما وجهه» بدائع الفوائد، ج 4 ص 113

مجھے امید ہے کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ جب دعا کرتے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد (امام احمد) سے سوال ہوا کہ قنوت میں دعاء کے بعد ہاتھ منہ پر پھیرنے چاہیں؟ انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو منہ پر ہاتھ پھیرتے نہیں دیکھا۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اسی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

«فقد سئل ابو عبدا فی ذلک وجعل بمنزلة مسح الوجہ فی غیر الصلوۃ لانه عمل قلیل ونسب الی الطاعة واختیار ابی عبدا ترکہ» بدائع، ج 4 ص 113

یعنی امام ابو عبداللہ احمد رحمہ اللہ نے اس میں آسانی پیدا کی ہے اور اسے نماز کے علاوہ منہ پر ہاتھ پھیرنے کے برابر قرار دیا ہے کیونکہ یہ عمل قلیل ہے اور اطاعت (و عبادت) کی طرف منسوب ہے۔ البتہ امام احمد رحمہ اللہ نے منہ پر ہاتھ نہ پھیرنے کو پسند کیا ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے اس بیان سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کے علاوہ دعاء کے اختتام پر منہ پر

ہاتھ پھیرنے میں امام احمد رحمہ اللہ کا انکار نہیں۔ البتہ نماز میں منہ پر ہاتھ پھیرنے میں ان کا انکار ہے اور اس پر ان کا عمل نہیں لیکن اگر نماز میں بھی منہ پر ہاتھ پھیر لیا جائے تو اسے "بأس" کہتے ہیں۔ بلاشبہ علامہ عز بن عبد السلام نے دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں سخت ترین موقف اختیار کیا ہے کہ ایسا کرنے والا جاہل ہے مگر علامہ مناوی رحمہ اللہ نے فیض القدیر ج ۱ ص ۳۶۹ میں کہا ہے کہ یہ ان کی بہت بڑی لغزش ہے۔ علامہ البانی بلاشبہ علامہ مناوی سے متفق نہیں مگر ان سے پہلے یہی بات علامہ الغزی رحمہ اللہ نے السلاح میں بھی کہی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن علان کہتے ہیں۔

«قال في السلاح وقول بعض العلماء في فتاويه ولا يمسح وجهه بيديه عقب الدعاء الاجابيل محمول على انه لم يطلع على هذه الاحاديث» الفتوحات الربانية، ج 7 ص 258

یعنی "السلاح" میں کہا ہے کہ بعض علماء کا اپنے فتویٰ میں یہ کہنا کہ دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ جاہل ہی پھیرتا ہے۔ اس بات پر محمول ہے کہ انہیں ان احادیث کی خبر نہیں ہوئی۔ ظاہر بات ہے کہ اگر اس باب کی تمام مرفوع روایات اگر علامہ ابن عبد السلام کے نزدیک ضعیف ہیں تو کیا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی ضعیف ہے؟ پھر کیا جس پر امام حسن بصری رحمہ اللہ کا عمل ہو۔ امام معمر رحمہ اللہ۔ امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ بھی اس کے قائل ہوں اس پر عمل کرنے والے کو جاہل کہا جاسکتا ہے؟

حیرت ہے کہ علامہ البانی فرماتے ہیں کہ المجموع میں علامہ النووی رحمہ اللہ نے علامہ ابن عبد السلام رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے اور منہ پر ہاتھ پھیرنے کو غیر مندوب قرار دیا ہے (الارواء ج 2 ص 182) حالانکہ علامہ النووی رحمہ اللہ نے شرح المہذب (ج 3 ص ۵۰۵-۵۰۱) میں دعائے وتر کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں کہا ہے صحیح یہ ہے کہ منہ پر ہاتھ نہ پھیرے جائیں اور لکھا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ علامہ الرافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے یوں نہیں کہ دوسرے اوقات میں بھی دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کو انہوں نے غیر صحیح کہا ہے بلکہ انہوں نے کتاب الاذکار کے آخر میں آداب دعا کو ذکر کرتے ہوئے تیسرا ادب یہ بیان کیا ہے "استقبال القبلة ورفع اليدين ومسح بهما وجهه في اخره" کہ دعا قبل رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر کی جائے اور آخر میں دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیرا جائے۔ اس لیے امام نووی رحمہ اللہ کو علامہ ابن عبد السلام رحمہ اللہ کا ہمنوا کہنا قطعاً صحیح نہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی دعائے قنوت میں اس عمل کا انکار کیا ہے۔ نماز سے خارج اوقات میں نہیں چنانچہ ان کے الفاظ ہیں۔

«فاما مسح اليدين بالوجه عند الفراغ من الدعاء فليست احفظ عن احد من السلف في دعاء قنوت وان كان يروى عن بعضهم في الدعاء خارج الصلوة» الخ۔ السنن الكبرى ج 2 ص 212

"کہ قنوت میں دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں مجھے سلف سے کوئی چیز معلوم نہیں، اگرچہ ان میں سے بعض سے نماز کے علاوہ دعا کے بعد ہاتھ پھیرنا مروی ہے مگر نماز میں یہ عمل نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے نہ کسی اثر سے اور نہ قیاس سے، لہذا بہتر یہی ہے کہ نماز میں یہ نہ کیا جائے۔"

جب امام بیہقی رحمہ اللہ بھی نماز کے علاوہ دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں بعض سلف کا عمل ذکر کرتے ہیں تو مطلقاً اس عمل کو بدعت یا مکروہ قرار دینا قطعاً درست نہیں بلکہ امام احمد رحمہ اللہ کے قول سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ و تروں میں دعائے قنوت کے اختتام پر بھی منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے اور اسی بناء پر انہوں نے اسے بھی "لابأس به" کہا ہے حنا بلہ کا عموماً مذہب بھی یہی ہے اور شوافع میں بھی قاضی ابوالطیب، امام الحرمین ابو محمد الجویینی، ابن الصباغ، المتولی، شیخ نصر، امام غزالی رحمہم اللہ اور ابوالخیر مصنف البیان اسے مستحب قرار دیتے ہیں۔ ان حضرات کا استدلال انہی عام روایات اور آثار سے ہے۔ اہل علم کو ان سے اختلاف کا حق ہے اور اختلاف کیا بھی گیا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی بالآخر یہی فرمایا ہے کہ "فالاولی ان لا یفعل" (بہتر یہ ہے نماز میں منہ پر ہاتھ نہ پھیرے جائیں) امام احمد رحمہ اللہ نے بھی "لابأس به" کہنے کے باوجود خود اس پر عمل نہیں کیا۔ لہذا اسے بدعت قرار دینا بہت بڑی جسارت (2) ہے۔ فقہاء اور ائمہ مجتہدین کے مابین یہ اختلاف افضل اور غیر افضل میں ہے۔ بدعت یا سنت ہونے میں نہیں۔ ہمارے نزدیک اسی مسئلہ میں محتاط قول و عمل امام احمد رحمہ اللہ کا ہے کہ عموماً دعاء کے بعد تو منہ پر ہاتھ پھیرے جائیں گے لیکن دعائے قنوت میں احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس کے متعلق کوئی صحیح اور صریح روایت نہیں جیسا کہ امام بیہقی نے فرمایا ہے لیکن اگر کوئی اس باب کی احادیث و آثار کے عموم سے و تروں میں بھی دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے تو ہم اسے بدعت نہیں کہتے۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

(1) ملاحظہ ہواذکار للنموی مع الفتوحات الربانیۃ ج ۷ ص ۲۵۸

(2) مولانا جاوید سیالکوٹی کے مضمون مطبوع الاعتصام میں دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کو بدعت نہیں کہا گیا تھا۔ البتہ ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۲۶ میں دعا کے موضوع پر مطبوعہ ایک مضمون میں یہ الفاظ آئے تھے۔ جواب لکھتے وقت غالباً یہ مضمون بھی مولانا اثری صاحب کے پیش نظر رہا ہے۔ (ن۔ ح۔ ن)

احکام و مسائل

نماز کا بیان ج 1 ص 201